انسانی حقوق کی نئی توجیہات/تاویلات/تعبیرات

ڈاکٹر دوست محمد خان ☆

"This article titled: "Insa'ni Haqooq ki Naye Taujihat / Taveela't / Tabira't" is about basic human rights prevailed in the world through different institutions safe-guarding the basic human rights in comparison with the Islamic teachings.

This article has a comprehensive study regarding basic rights and the West and the international human rights. In this regard, a historic background of human rights has been considered, and then the core sources of these ideals are discussed. Till the sources of human rights are not known, a just system of human rights may not come into existence.

Moreover, without any neutral idea, human rights to all have always been a controversial issue. Now that the world has shrunk into a global village, an international system of human rights is needed which would be in true sense a broad and international one. In this connection only Islamic laws of human rights can be tested.

تخلیق کائنات اور انسان کے بارے میں دو بنیادی نظریے اس وقت موجود ہیں۔ ایک دینی نظریہ اور دوسرا لادینی نظریہ۔ قرآن کریم کے مطابق دینی نظریۂ تخلیق تو وہی ہے جو سورۂ بقرہ اور دیگر مختلف آیات قرآنیہ میں بیان ہوا ہے(۱)۔ اس میں اہم نکتہ یہ ہے کہ تخلیق کائنات کے بعد حضرت آدم علیہ السلام بطور خلیفۃ اللہ اس کائنات کے پہلے انسان اور پہلے نبی ٹھہرے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جو تعلیمات (علم الأسماء) دی گئیں(۲)۔ اس میں آپؑ کے جوڑے اماں حوا علیہا السلام کے حقوق کا ذکر بھی یقیناً ہو چکا ہوگا۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس پر کما حقہٗ عمل کیا ہوگا کیونکہ انبیاء علیہم السلام احکامات خداوندی سے سر مو انحراف نہیں کرتے۔ یہیں سے وہ سلسلہ شروع ہوتا ہے جو خاتم النبیینؐ پر مکمل ہو جاتا ہے۔

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، (ڈائریکٹر) شیخ زاید اسلامک سنٹر، پشاور یونیورسٹی۔

دوسرا لادینی یا ارتقائی نظریۂ کائنات ہے جس کی بنیاد ڈارون کے نظریات پر رکھی گئی ہے جس کی رو سے کائنات اور انسان حادثاتی طور پر پیدا ہو کر ارتقائی مراحل سے گزرنے کے بعد موجودہ صورتحال تک پہنچے ہیں۔ اسی تناظر میں انسان کا رشتہ بندر کے ساتھ بھی قائم ہوتا رہا ہے۔ اب یہ بات تو بدیہی ہے کہ اس معاشرے میں حقوق انسانی کا کیا ذکر اور کیا تصور ہو سکتا ہے جہاں انسان بندر کی ترقی یافتہ شکل ہو (۳)۔ مغرب کے مؤرخین ڈارون، فرائیڈ اور کارل مارکس کے جدید نظریات سے دو تین صدیاں پہلے کے زمانے کو ازمنہ تاریک (Dark Ages) سے تعبیر کرتے ہیں۔ سائنسی ترقی کے لحاظ سے یقیناً وہ زمانہ تاریک ہوگا۔ استبدادی نظامہائے معاشرہ کی بناء پر ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کی حکومت رہی ہوگی۔ انسان کو یقیناً خدا ناشناس معاشرے میں جان مال، آبرو کی حفاظت اور دیگر حقوق حاصل نہیں تھے لیکن مغرب میں بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ سائنسی ترقی کی چکا چوند نے ظاہری طور پر یورپ کو چمکایا ہے لیکن ان کی باطنی تاریکی ازمنۂ تاریک سے بھی زیادہ ہو گئی ہے اور شاید اسی بناء پر اس کو ترقی معکوس سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یورپ میں آج کل حقوق انسانی کے نام پر جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے اس میں بعض حوالوں سے چند خوبیوں کے باوجود بنیادی طور پر تعمیر کی بجائے بگاڑ اور فساد کا پہلو غالب ہے۔ علماء اور دانشوران اسلام کے نزدیک اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جب تک اس بات کا تعین نہ کیا جائے کہ انسان اور انسانی حقوق کا مصدر و مرجع کیا ہے، اس حوالے سے مغرب نے انسانی حقوق کا جو چارٹر بنایا ہے اس کے لئے بنیاد کیا ہے؟ بنیادی حقوق کا تعین کیا ہی نہیں جا سکتا۔

یورپ کی تاریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ آج یورپ میں حقوق انسانی کے حوالے سے جو پروپیگنڈا، شور شرابہ، اور پبلسٹی الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ساتھ ساتھ مختلف تھنک ٹینک اور NGO's کی صورت میں جاری ہے صرف دو ڈھائی سو سال پہلے ان کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اگرچہ بعض لوگ مغرب میں حقوق انسانی کی جدوجہد کو قبل مسیح کے یونان میں افلاطون اور ارسطو کے ساتھ ملا کر برطانیہ کے کانریڈ ثانی (Conred II) کے اس منشور کو قرار دیتے ہیں جس کے تحت پارلیمنٹ کے کچھ اختیارات متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے بعد مغرب میں انسان کے بنیادی حقوق کے سلسلے میں برطانیہ کے King John کے دور میں منظور کردہ قانون مگنا کارٹا (Magna Carta) سامنے آیا۔ لیکن اس معاہدہ میں انسان کے بہت سے حقوق کا ذکر تک نہیں۔ اور اسے ''منشور آزادی'' کی

حیثیت سے جو اہم ترین اور تاریخ ساز مقام حاصل ہوا یہ بھی بہت بعد کی بات ہے۔ ہنری مارش اس حوالے سے اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

It was not anymore than a manifesto of fuedal lords.(۴)

اس دستاویز کی اس حیثیت کا اندازہ اس سے بھی ہوسکتا ہے کہ یورپ میں اس کی اتنی شہرت کے باوجود دو صدیوں تک یورپ میکاولی کے نظریات امریت کی تحت کراہتا رہا اور میکاولی کی تصنیف "The Prince" سے سیکھ سیکھ کر مسولینی، ہٹلر اور سٹالن ماضی قریب میں انسانی حقوق کی دھجیاں اُڑاتے رہے(۵)۔

برطانوی قوم کی منظور کردہ "Bill of Rights" مشہور زمانہ فرانسیسی مفکر روسو کا معاہدۂ عمرانی (Soscial Contract)، جارج میسن (George Masson) کے "Manifesto of Rights" منشور حقوق کے باوجود یورپ میں خوفناک اور ہولناک جنگ عظیم کے دوران ایک دفعہ پھر حضرت انسان کی قبا چاک ہوئی اور بنیادی انسانی حقوق، ریزہ ریزہ ہوکر ہوا میں تحلیل ہوگئے۔

پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے دوران انسانی حقوق کی بدترین پائمالی کے بعد لیگ آف نیشنز سے ہوتے ہوئے ۱۹۴۸ء میں اقوام متحدہ نے انسانی حقوق کا عالمی منشور بنایا جس میں روس جیسا بڑا یورپی ملک دستخط کرنے والوں میں شامل نہیں تھا(۶)۔

انسانی حقوق کے اس منشور کی کوئی شق ایسی نہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے نبی رحمتؐ کے پیش کردہ منشور میں درج نہیں۔ پھر کمال کی بات یہ کہ آپؐ اور آپؐ کے خلفائے راشدین نے مکمل چالیس سال تک اسی منشور کی روح وتقاضے کے مطابق اس کے ایک ایک لفظ پر عمل کرکے دنیا کے سامنے اس کی حقانیت اور دوامیت ثابت کردی۔ جبکہ مغرب کے قائم کردہ اقوامِ متحدہ کے منشور حقوق پر ایک دن کے لئے بھی کما حقہ عمل نہ پہلے ہوسکا ہے اور نہ مستقبل میں متوقع ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یورپ میں انسانی حقوق کے تصورات، وقت، ضرورت اور مفادات کے تحت تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے مغرب کے تصورات حقوق کے تحت اگر کسی دور میں ایک حق کو انسان کے لئے لازمی قرار دیا گیا تو یہ بھی عین ممکن ہے کہ کسی وقت اس حق کو ضروری نہ سمجھ کر معطل کردیا جائے۔ اسی طرح ایک خطے میں اگر ایک چیز بنیادی انسانی حقوق میں شمار ہوگئی تو ضروری نہیں کہ وہ دنیا کے کسی دوسرے حصے میں بھی اسی طرح تقدس حاصل کرلے۔ اسی بنیاد پر یورپ میں آج سے ڈیڑھ صدی پہلے جرمنی اور اٹلی میں نازی ازم اور فاشزم کے

فلسفے پر عمل کرنے کے لئے جو فلسفے تراشے گئے وہ ایک عرصے تک عقلی اور منطقی پیمانوں پر مسترد نہیں کئے جاسکے اور ان نظریات کی ترویج واشاعت اس زمانے کا فیشن بن گیا تھا۔اور بہت سارے لوگ Supermanاور Super Nation بننے کے لئے ''طاقت حق ہے'' (Might is Right)، اور Servival of the fittest کے گرویدہ تھے۔ لیکن آج ان فلسفوں کا یورپ میں نام لینا ''آبیل مجھے مار'' کے مصداق ہے۔اس سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ جس طرح ماضی کی انسانی تاریخ میں لادینی نظریہ کے تحت انسانی حقوق کا تصور اور حقوق تبدیل ہوتے رہے، تو آج بھی جب تک کسی مستند، جامع، مکمل اور مدلل اور منطقی منبع سے انسانی حقوق کی تفصیلات حاصل نہ کی جائیں اس بات کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی کہ مستقبل میں یہ تصورات تبدیل نہ ہونگے۔لہٰذا اگر انسانیت واقعی انسانی حقوق کے حوالے سے سنجیدہ ہے تو اس کے تعین کے لئے صحیح ترین بنیادوں اور منبع کی تلاش ضرورت ہوگی تاکہ زمانہ، جغرافیہ، نسل، رنگ زبان یا کوئی اور اختلاف وتفریق انسان کی بنیادی حقوق کی غلط، متغیر اور متعصبانہ تشریح نہ کر سکے۔

چونکہ یورپ میں انسانی حقوق کے لئے کوئی ایسا مرکز ومحور موجود نہیں اس لئے ان کے ہاں انسان کے بنیادی حقوق کا مقدمہ اور حصول نسل، علاقہ اور مذہب وغیرہ کے اختلاف کے ساتھ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔مثلاً یورپ نے بہت بڑی تگ ودو کے بعد اقوام متحدہ کے ذریعے انسانی حقوق کا عالمی منشور پیش کیا۔لیکن کیا واقعی اقوام متحدہ انسانوں کو ان کے بنیادی حقوق کی ضمانت دے سکا ہے۔کیا اقوام متحدہ کے منشور میں عالمی مساوات کے ذریعے انسانیت کے احترام کی حفاظت کا کوئی میکنزم موجود ہے؟ اس عالمی منشور کے تیس دفعات میں سے ایک یہ ہے کہ ''تمام انسان آزاد پیدا ہوئے ہیں'' ہم ماضیٔ بعید کی بات نہیں کرتے، کیا اقوام متحدہ کے وجود میں آنے کے بعد ساری دنیا کے انسانوں کو آزادی حاصل ہوگئی ہے۔کیا کشمیر، فلسطین اور چیچنیا کے لوگ آج بھی اپنے اپنے علاقوں میں اکثریت اور طاقتور کی غلامی کے شکار نہیں ہیں۔کیا کل تک جنوبی افریقہ کی اکثریت سفید فام برطانویوں کے غلام نہیں تھے۔کیا امریکہ میں سائنسی انقلابات، مادی ترقی اور علوم وفنون کی کرشمہ سازیوں کے باوجود آج بھی حبشیوں (Negroes, Blacks) کو بنیادی حقوق حاصل ہیں۔کیا محمد علی کلے نے عالمی چیمپئن ہونے کے باوجود امتیازی سلوک کی بناء پر احتجاجاً اسلام قبول نہیں کیا تھا(۷)۔کیا انڈونیشیا سے مشرقی تیمور (East Taimur) کے عیسائیوں اور ہندوؤں کو اقوام متحدہ نے اس لئے آزادی نہیں دلائی کہ وہ ''مسلمان

اکثریت'' سے آزادی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ جموں وکشمیر میں گذشتہ ساٹھ سالوں سے آزادی کی لئے تڑپنے والے اور اقوام متحدہ میں حق خودارادی کی قرارداد کی منظوری کے باوجود اس لئے آزادی سے محروم رکھا جارہا ہے کہ وہ کشمیری مسلمان ہیں، بلکہ اب تو اسی اقوام متحدہ نے اکیسویں صدی میں کہ انسانی حقوق کی نام نہاد آواز بہت بلند آہنگ ہے، اقوام متحدہ کے ممبر دوملکوں افغانستان اور عراق کو غلام بنانے کی منظور دے دی ہے اور وہاں ''خیر'' سے نیٹو افواج انسانوں کو 'بنیادی حقوق سے نوازنے'' میں مشغول ہیں۔اس پر طرّہ یہ کہ عالمی سپر پاور کالے پالک اسرائیل جس انداز سے فلسطینیوں کی نسل کشی کر رہا ہے وہ تو شاید فرعون نے بھی بنی اسرائیل کے ساتھ نہیں کیا تھا کیونکہ فرعون ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ رہا تھا۔

اقوام متحدہ کے عالمی منشور کا ایک دفعہ (Clause) یہ بھی ہے کہ ''ہر فرد کو زندہ اور آزاد رہنے اور اپنی جان ومال کی حفاظت کا حق حاصل ہے''(۸)۔

یہ واقعی بہت شاندار بات ہے لیکن مسلمان جب یہی حق مانگتے ہیں یا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو انہیں دہشت گرد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اقوام متحدہ اب تک آزادی پسند (Freedom Fighter) اور دہشت گرد (Terrorist) کی صریح اور متفقہ تعرف نہیں کرسکی اور آزادی پسند اور دہشت گرد کی اصطلاح بھی وقت، مقام اور مفاد کے ساتھ تبدیل ہو جاتی ہے۔مثلاً کسی زمانے میں موجودہ فلسطین کا رہنما مرحوم یاسر عرفات امریکہ بہادر کو انتہائی مطلوب (Most Wanted) تھا لیکن بعد میں وہ بہت پسندیدہ (Most Favourite) شخصیت میں بدل گیا۔اسی طرح جنوبی افریقہ کا نیلسن منڈیلا سپر پاور امریکہ اور برطانیہ اور بعض دیگر یورپی ممالک کے لئے ناپسندیدہ (Persona Non grata) تھا لیکن بعد میں آزادی کا ہیرو کہلایا۔

اسکے علاوہ مختلف اقوام کے ہاں جب شخصیات، اقدار، اصول، مفادات، اخلاقیات اور معاملات وغیرہ کے حوالے سے پسند وناپسند کے پیمانے تبدیل ہوتے ہونگے تو ظاہر بات ہے کہ اس سے انسانی حقوق بھی متاثر ہونگے اور آئندہ زمانے میں یہی چیز ایک دفعہ پھر اختلافات کی بنیاد بن سکتی ہے۔اور شاید اس کی شروعات بھی ہو چکی ہیں۔اس سلسلے میں میں چند بہت ہی نازک معاملات کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کیا جائے گا۔

اس وقت ترقی یافتہ دنیا میں انفرادی آزادی (Liberty) کو خدا کا درجہ دیا گیا ہے۔اس کے تحت انسان کے جی میں جو آئے وہ کہے، کیونکہ آزادی اظہار رائے کو یورپ میں انسان کے بنیادی حقوق میں شمار کیا

گیا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بنیادی حقوق میں سے ہے لیکن اسلام میں اس کی ایک حد تک آزادی کے ساتھ ساتھ پابندیاں بھی ہیں۔مثلاً حدیث مبارکہ میں ہے کہ: ''اچھی بات کہیں ورنہ چپ رہیں''(۹)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں (Believers) کو کسی کے باطل معبود کو بھی برا بھلا کہنے سے منع فرمایا ہے'' لیکن مغرب میں اسی حق آزادی کا استعمال کرتے ہوئے آپ انبیاء علیہم السلام کی شان اقدس میں (نعوذ باللہ) کچھ بھی کہہ سکتے ہیں، لکھ سکتے ہیں اور میڈیا پر دکھا اور سنا سکتے ہیں۔

اب اس گئے گزرے دور میں بھی یہ بات بہت قابل غور ہے کہ آج تک الحمد للہ! کسی مسلمان نے کسی دوسری قوم یا فرد کے پیغمبر یا مذہبی بزرگ کی شان میں کسی گستاخی کا ارتکاب نہیں کیا ہے۔اگر کسی نے اس مذموم فعل کا ارتکاب کیا ہے تو اسے پھر قابل گردن زنی قرار دیا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دین کے لئے بھی کسی کو مجبور نہیں کیا ہے۔اس نے فرمایا ہے:''لا إكراه في الدين ''یعنی دین میں کوئی اکراہ و جبر نہیں۔اسلام میں ہر شخص کو اپنے عقیدہ مسلک اور مذہب کی آزادی کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔ماضی قریب میں بھی اور آج بھی جتنی مذہبی آزادی مسلمان ملکوں میں مختلف مسلم اور غیر مسلم فرقوں کو حاصل ہے اور کسی ملک میں نہیں (۱۰)۔

اس بات کے اقرار میں کوئی باک نہیں ہے کہ آج حقوق انسانی کے حوالے سے کسی مسلمان معاشرے کو مثالی قرار نہیں دیا جاسکتا لیکن اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کے پاس حقوق انسانی کے حوالے سے کوئی بنیاد یا اصول وقانون نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ صرف بے عملی ہے۔

بنی نوع انسان پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا کرم یہ ہے کہ ان کی رہنمائی کے لئے خاتم النبیین اور رحمۃ اللعالمین کو مبعوث فرمایا اور آپ کا انسانی حقوق کے بارے میں انسانی تاریخ میں سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپؐ نے نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ ساری انسانیت کے لئے حقوق انسانی کے تحفظ اور توزیع کے لئے مضبوط، معقول اور دائمی بنیاد عطا فرمائی۔جس کی بنیاد پر قیامت تک بلا تفریق رنگ ونسل وجغرافیہ یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ کونسے حقوق انسانی کی حفاظت کرنا ضروری ہے اور کونسے حقوق انسانی کے ذیل میں آتے ہی نہیں۔جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا کہ آج جب یورپ آزادیٔ اظہار رائے کو بنیادی حقوق میں شمار کر چکا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے ایمنسٹی انٹرنیشنل جیسے ادارے وجود میں آچکے ہیں۔اب اس بات کا تعین کرنے کے لئے یورپ کے پاس کوئی اصول، قانون اور بنیاد نہیں ہے کہ ایک

انسان کو کہاں تک آزادی ہے۔اس کی کوئی حد بھی ہے یا نہیں۔میرے خیال میں وہاں اس کی کوئی حد نہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ وہاں پر وقتاً فوقتاً قانون ناموس رسالت کی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں۔اس پر مستزاد یہ کہ ایک زمانے میں یورپ کا چرچ لوگوں پر جدید علمی تحقیقات کے نتائج کے اظہار پر کڑی سزائیں دیتا تھا۔آج ایک طرف طے شدہ منصوبوں کے مطابق آزادیٔ اظہار رائے کی آڑ میں لوگوں کے مذہبی جذبات واحساسات کو مجروح کرتا ہے تو دوسری طرف بعض اقوام کی لئے اسی حق کی تردید کرتا ہے۔جیسا کہ حال ہی میں آسٹریا کے مؤرخ کو اس بات پر قید کی سزا دی گئی کہ اس نے یہودیوں کے ہالوکاسٹ (Hallocast) کو چیلنج کیا تھا(۱۱)۔

امریکہ اس بات پر پھولے نہیں سماتا کہ ان کے ہاں مذہبی آزادی کی بناء پر ہر آدمی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا سکتا ہے اور اس چیز کو وہ لوگ Religious Diversity (مذہبی تنوع) کا نام دیتے ہیں۔ لیکن ظاہر بات یہ ہے کہ پاکستان یا سعودی عرب جیسے ملک میں کسی مسلمان گروہ یا جماعت کو یہ اختیار نہیں ہی کہ اسلام کے نام پر اسلام میں تحریف بھی کرے۔مثلاً پاکستان کی پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو ان کے محرف عقائد کی بناء پر غیر مسلم قرار دیا ہے۔اب ظاہر بات ہے کہ ان کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اپنے ان عقائد کی روشنی میں ختم نبوت کے خلاف اظہار رائے کی آزادی کا برملا استعمال کرے۔کیونکہ ان پر اس حوالے سے پابندی لگائی گئی ہے۔اسی طرح بعض اسلامی ملکوں میں بعض غیر شرعی قوانین کے نفاذ پر حقوق انسانی کے علمبردار مغربی ادارے آواز بلند کرتے رہتے ہیں۔لیکن کیا یہ ان مسلمانوں کے حق اظہار کی حق تلفی نہیں کرتے جو اس کا نفاذ چاہتے ہیں۔کیا اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ کسی فرد، جماعت یا قوم کو یہ حق حاصل نہیں کہ انسانی عقل کی بنیاد پر انسانی حقوق کا تعین کرے کیونکہ یہ کام اگر ناممکن نہیں تو مشکل اور اختلاف فیہ ضرور ہے۔کیونکہ انسانی عقل کی رسائی محدود ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف فیہ بھی ہے۔ایک انسان کی فکروسوچ دوسرے انسان سے اور ایک عہد کے افکار دوسرے زمانے کے لوگوں سے لامحالہ مختلف ہوتے ہیں۔جس کے نتیجے میں حقوق انسانی کا کوئی متفقہ فارمولا یا اصول وضع کرنا ناممکن ہے کیونکہ انسانی عقل وحواس کی رسائی اس کے خالق اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے محدود رکھی ہے اور ان مسائل کے حل کے لئے جہاں عقل کارگر ثابت نہیں ہوسکتی، انسانیت کی رہنمائی وحی الٰہی سے کی گئی ہے۔یہی وہ احسان عظیم ہے جو بنی نوع انسان پر رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت

میں کی گئی ہے۔ آپؐ نے انسانیت کو وہ بنیاد فراہم کی ہے جس پر بلاتفریق مذہب وملت صرف انسانی بنیادوں پر بنیادی حقوق کا تعین کیا ہوا ہے اور آپؐ نے اپنے دور مبارک میں مدینہ منورہ میں ایک ایسی ریاست کی بنیادیں ڈالی تھیں جہاں آپؐ کے خلفائے راشدہ نے پوری دنیا کے سامنے اس کا عملی نمونہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ چاردانگ عالم میں اپنے نمائندوں کے ذریعے ان حقوق کی تعلیم وتربیت دی۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ بنیادی انسانی حقوق کیا ہیں؟ اور ان کی حفاظت کے سلسلے میں اسلام کی تعلیمات کیا ہیں۔ اور آج کے اس دور پرآشوب میں یہ انسانیت کے چور چور جسم پر پاہار کھنے کے لئے کیا کردار ادا کرسکتی ہیں اور موجودہ انسانی حقوق کے علمبرداروں اور ڈھنڈورچیوں کے دعوؤں میں کہاں کہاں جھول ہے۔

انسان کے بنیادی حقوق میں سے اولین حق ''جان کی حفاظت'' کا حق ہے۔ اس حوالے سے انسانی تاریخ کا مطالعہ کیجئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے والوں نے اس کے ساتھ کیا کیا اور نہ ماننے والوں کا رویہ کیا رہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے انسانیت کا حال یہ تھا کہ سوسو سال تک ایک ہی علاقے اور نسل کے لوگوں کے درمیان جنگیں جاری رہیں۔ جنگ فجار اور جنگ بعاث اس کی تاریخی مثالیں ہیں۔ کسی آدمی کا گھر سے باہر نکل کر صحیح سلامت واپس آنے کی کوئی ضمانت نہیں تھی (۱۲)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لوگوں نے دو باتوں کی شکایت کی۔ ایک بھوک دوسری امن کی۔ آپؐ نے دونوں کی جلد فراہمی کی پیشنگوئی فرمائی۔ چند ہی سالوں میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ قریش میں اس کا ذکر فرمایا:

"فليعبدوا ربّ هذا البيت. الذي اطعمهم من جوع وّامنهم من خوف"(۱۳)

پس اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے بھوک میں انہیں کھانا کھلایا اور خوف سے امن دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی جان کی حفاظت کی جو تعلیمات نازل فرمائیں وہ اتنی جامع ہیں کہ آج بھی اگر اس پر عمل کیا جائے تو پوری انسانیت کی حفاظت ممکن بنائی جاسکتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

من قتل نفساً بغير نفسٍ اَو فسادٍ في الأرض فكانّما قتل النّاس جميعاً(۱۴)

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی وضاحت یوں فرمائی:

فإنّ دماء كم وأموالكم وأعراضكم حرام إلى أن تلقوا ربّكم كحرمة يومكم هذا(١٥)

بلاشبہ تمہاری جان مال اور آبرو ایک دوسرے کے لئے اسی طرح محترم ہیں جیسے آج کا یہ دن، یہاں تک کہ تم اللہ سے جاملو

جان کی حفاظت کے لئے یہی وہ بنیاد ہے جس پر ساری انسانیت کی جان کی حفاظت کی ضمانت دی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بہت حکیمانہ انداز میں اس کی حکمت بیان فرماتے ہوئے فرمایا:

ولكم في القصاص حياة يا أولي الألباب(١٦)

اے عقل والو! تمہارے لئے قصاص (قتل کے بدلے قتل) میں زندگی کی ضمانت ہے

امریکہ اور یورپ میں عام طور پر قاتل کے لئے انتہائی سزا عمر قید ہے جو قرآنی سزا کے خلاف مغربی عقل پر مبنی ہے۔ لیکن جون ۲۰۰۱ء میں امریکہ میں اوکلاھا بم دھماکہ کے مجرم کو اس کے باوجود موت کی سزا دی گئی اور امریکی صدر نے اس موقع پر بیان دیا کہ ٹموتھی میکوے کو سزائے موت دینا انتقام نہیں بلکہ انصاف ہے۔ یہ بالواسطہ قرآنی حکم کی صداقت کا اعتراف تھا'' (۱۷)

آج پوری دنیا لاقانونیت اور دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے۔ ہر جگہ امن عامہ کے قیام پر کروڑوں کا سرمایہ اٹھ رہا ہے لیکن اس کے باوجود انسانی خون کی ارزانی میں کمی نہیں آئی۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ انسان اس حوالے سے آسمانی رہنمائی کو چھوڑ کر سارے فیصلے اور منصوبے عقلی رہنمائی پر کرتا ہے۔ لہٰذا اس میں ہر قسم کے تعصبات شامل ہوجاتے ہیں۔ انسانی خون میں رنگ نسل کی بنیاد پر فرق کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں ایک برہمن خون کے بدلے کسی شودر یا دلت کے پورے خاندان کو زندگی سے محروم کرنا جائز سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح مذہبی اختلاف کی بناء پر ماضی قریب میں روس، ہندوستان، اسرائیل اور دیگر کئی ممالک میں ہزاروں لاکھوں انسانوں کو جان سے ہاتھ دھونے پڑے ہیں۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں شاید رنگ، نسل اور عقلی بنیادوں پر قائم فلسفے کی وجہ سے بلامبالغہ کروڑوں انسان لقمۂ اجل بنے تھے۔

آج مغرب میں دین اسلام کو کس کس نام سے یاد کیا جارہا ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بہت مجبوری کی حالت میں بھی ستائیس مسلط کردہ غزوات میں صرف ۱۰۱۸ (ایک ہزار اٹھارہ

افراد (بشمول مسلمان اور غیر مسلم) کام آئے تھے (۱۸)۔

آپ ﷺ نے جنگ کے لئے وہ قوانین انسانیت کو دیئے جو جینوا کنونشن میں آج بھی نہیں پائے جاتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن سے مقابلہ کرنے سے پہلے حکم دیا کہ کسی بچے، عورت، بوڑھے، ضعیف اور بیمار پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں۔ جانوروں، درختوں، فصلوں وغیرہ کو بلا جواز کاٹنا منع ہے" اسلام کا یہ قانون عالمگیر اور آفاقی انسانی برادری کے لئے ہے جو دنیا کے کسی اور ملک کے قوانین میں موجود نہیں۔ اسلامی تعلیمات میں انسانی جان کے احترام وتقدس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کسی لاعلاج مریض یا مجرم اور پھانسی کے منتظر شخص کو بھی خودکشی کرنے کا حق حاصل نہیں۔ جان کی حفاظت ہر انسان پر واجب ہے اور اسے بغیر کسی جائز وجہ کے ہلاکت میں نہیں ڈالا جاسکتا۔ اب اس کے مقابلے میں آج مغرب کی ان اقوام کا جائزہ لیں جو تہذیب و اخلاقیات کے دعویدار ہیں اور ناٹو (NATO) اور ایساف (ISAF) کی صورت میں متحد ہو کر عراق اور افغانستان میں شادی کی تقریبات اور جنازوں کے اجتماعات پر بمباریاں کرتی ہیں۔ عراق میں لاکھوں بچے ضروری خوراک اور دواؤں کی عدم دستیابی اور پابندیوں کی وجہ سے بن کھلے مرجھا گئے (۱۹)۔

علامہ محمد اقبالؒ نے بجا فرمایا ہے:

اسکندر و دارا کے ہاتھوں سے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرت انسان کی قبا چاک

ہیروشیما اور ناگاساکی تو شاید باضمیر انسانوں پر ہمیشہ کے لئے بوجھ رہیں گے کہ انسانی حقوق کے علمبرداروں نے نہ صرف ان شہروں میں موجود بچوں اور عورتوں کو پیوند خاک کیا تھا بلکہ آئندہ کے لئے بھی معذور بچوں کی پیدائش میں اضافہ کا سبب بنے۔

آزادی کا حق

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو آزاد پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس حوالے سے کئی مقامات پر انسان کے آزاد پیدا ہونے اور آزاد رہنے کے حقوق بیان فرمائے ہیں۔ لہذا کسی انسان، گروہ، قوم یا ملک کو کسی طرح بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو غلامی کی زنجیریں پہنا دیں۔ محکومی

اورغلامی صرف اسی ذات بے ہمتا کی ہوگی جو ساری کائنات کا مالک اور آقا ہے۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے

اسلام سے پہلے انسان بدترین قسم کی غلامیوں میں مقید تھا۔اسلام نے بتدریج غلامی کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔اللہ تعالیٰ نی اس سلسلے میں اتنا واضح حکم جاری فرمایا کہ عام انسان یا حکمران تو ایک طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے افضل اور محترم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی جائز نہیں کیا کہ وہ کسی انسان کو اپنا غلام، بندہ یا محکوم بنالے"۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ما كان لبشر أن يؤتيه الله الكتٰب والحكمة والنبوّة ثم يقول للنّاس كونوا عباداً لي من دون الله(۲۰)

کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے، کہ اللہ تو اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کی بجائے تم میرے بندے بن جاؤ

انسان کی انفرادی اور شخصی آزادی کے تحفظ کے لئے جو فرمان اسلام نے جاری کیا ہے وہ کسی اور مذہب وفلسفہ میں نہیں پایا جاتا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا تزر وازرة وزرا أخرىٰ(۲۱)

اور کوئی شخص (کسی) دوسرے شخص (کے گناہوں) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا

اسلامی قانون میں کسی شخص کو اس کے والدین، بھائی بہن، اولاد یا کسی اور رشتہ دار کے جرم میں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔

نائن الیون اور سیون سیون کے بعد امریکہ اور یورپ میں کسی نامعلوم مجرم کے جرم کی پاداش میں بے گناہ مسلمانوں کو جس طرح جان ومال کی حفاظت کے حق سے محروم کر دیا گیا وہ اب تاریخ کا حصہ بن گیا ہے۔ ہندوستان جو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کا دعویدار ہے۔اپنے انسانیت سوز قوانین ٹاڈا (TADA) اور پوٹا (POTA) کے ذریعے اپنی اقلیتوں بالخصوص مسلم اقلیت اور بالخصوص کشمیری مسلمانوں کو جس انداز میں اس بنیادی حق سے محروم کر رہا ہے، اس کی مثال نہیں ملتی (۲۲)۔

مال و جائیداد کا حق

اسلام ہر شخص کو ذاتی جائیداد، ملکیت رکھنے اور محنت و مشقت کے ذریعے حلال کمائی کرنے کا حق دیتا ہے۔ کسی شخص کا کسی دوسرے کے مال ملکیت پر زور و جبر، ڈاکہ چوری وغصب وغیرہ کے ذریعے قبضہ کرنا یا ہتھیانا قطعاً حرام ہے۔ اگر کوئی ایسا کرنا چاہے تو ایسے شخص کا ہاتھ روکنے کے لئے اخلاقی و روحانی ترغیب کے ساتھ ساتھ بہت سخت قوانین بھی موجود ہیں جس میں ہاتھ کاٹنے کی سزا بھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰایھا الذین امنوا لا تاکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارة عن تراض بینکم(۲۳)

اے ایمان والو! تم اپنے اموال باطل طریقے سے مت کھاؤ، ہاں! آپس کی رضامندی اور تجارت کے ذریعے (مال کمانا اور کھانا) جائز ہے۔

آج کل غالب اقوام کیا کیا تاویلات و توجیہات کر کے کمزور اقوام کا مال کس طرح ڈکار لئے بغیر کھاتی ہیں۔ تجارت کے ایسے قوانین نافذ کئے ہیں کہ غریب ممالک اور ایران و پاکستان جیسے ممالک ضرورت کے باوجود تجارت نہیں کر سکتے۔

ایف ۱۶ طیاروں کے لئے معاہدہ کر کے بھی آج تک پاکستان کو سپر پاور نے رقم واپس کی اور نہ طیارے دیئے۔ مغرب نے کس طرح مختلف طریقوں سے اپنے آپ کو دیانت دار اور امانت دار مشہور کر دیا ہے لیکن کسی ملک کے ساتھ مخالفت یا دشمنی پیدا ہوئی تو طاقت کے زور پر ان کے اکاؤنٹس (Accounts) منجمد کر دیئے جاتے ہیں (۲۴)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے دشمنوں کو بھی ان کی امانتیں واپس کرنے کے لئے اپنے بہت ہی عزیز رشتہ دار کو بہت خطرناک حالات میں چھوڑ دیا تھا (۲۵)۔ غزوہ خیبر کے موقع پر اسود راعی کے ایمان لانے کے بعد سردارِ دو جہاں نے پہلا حکم یہ دیا کہ یہ بکریاں جو تمہارے پاس چرانے کے لئے لوگوں کی امانت ہیں واپس کر کے آؤ۔ یہ بکریاں ان یہودیوں کی تھی جن کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دن رات ریشہ دوانیوں سے تنگ آ کر آپ ان پر حملہ کرنے آئے تھے۔ جن کا مال غنیمت کے طور پر چھیننا جائز تھا لیکن امانت میں خیانت کر کے غصب کرنا حرام تھا۔ انسانی تاریخ کوئی ایسی مثال پیش کر سکتی ہے کہ عین میدان جنگ میں کسی کے مالی حقوق کی حفاظت کا اس

حد تک اہتمام ہوا ہو(۲۶)۔

عزت وآبرو کے تحفظ کا حق(Right to protect one's honour):

انسان کے بنیادی حقوق میں سے ایک حق اس کی عزت وآبرو کا تحفظ ہے۔عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے نعرے اور قوانین تو شاید ہر ملک میں کچھ نہ کچھ ہوں لیکن کسی پر الزام تراشی تہمت اور بہتان لگانا، غیبت اور چغل خوری، استہزاء، طنز وطعن کو با قاعدہ قوانین کے ذریعے منع کرنا صرف اسلام میں ہے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام کا امتیاز ہے کہ اس میں غیبت کو جس چیز سے تشبیہ دی گئی ہے۔اس سے انسانی عزت وآبرو کی عظمت کا احساس بخوبی ہوسکتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا يغتب بعضكم بعضاً أيحبّ أحدكم أن يّاكل لحم أخيه ميتاً فكرهتموه(۲۷)

ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا (یقینا) تم اسے ناپسند کرو گے

اسلام نے مرد اور عورت مسلم وغیر مسلم کی عزت وآبرو کی حفاظت کا برابر حکم دیا ہے اور اس میں کوئی فرق روا نہیں رکھا ہے۔

مغربی قوانین کے مطابق توہین یا ہتک عزت کا مقدمہ کرنے کے لئے پہلے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ مدعی واقعی صاحب عزت ہے۔اسلام نے مدعی کے دعوی پر ملزم کو ذمہ دار بنایا ہے کہ وہ اس الزام سے بری ہونے کے لئے اپنی بے گناہی ثابت کرے کیونکہ اسلام ہر انسان کو انسانی شرف کی بناء پر صاحب عزت وآبرو تصور کرتا ہے۔مولانا مودودیؒ نے اس سلسلے میں بہت خوب لکھا ہے کہ ''مغربی قوانین ہتک عزت اس معاملے میں اتنے ناقص ہیں کہ ایک شخص ان کے تحت دعوی کر کے اپنی عزت کو کچھ اور کھو آتا ہے۔اسلامی قانون اس کے برعکس ہر شخص کی ایک بنیادی عزت کا قائل ہے۔جس پر حملہ کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے'' (۲۸)

انسان کے بنیادی حقوق کے حوالے سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مبارک دنیا بھر کے قوانین پر بھاری ہے'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف

کے دوران فرمایا:

اے بیت اللہ تو کتنا مقدس ہے! پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے عبداللہ! یہ کعبۃ اللہ بڑا مقدس بڑا مکرّم اور بڑا معظم ہے، لیکن اس کائنات میں ایک چیز ایسی ہے کہ اس کا تقدس واحترام کعبۃ اللہ سے بھی زیادہ ہے اور وہ چیز ایک مسلمان کی جان، مال اور آبرو کا تقدس ہے جو کعبۃ اللہ سے بھی زیادہ ہے۔ کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کی جان، مال اور ابرو پر ناحق حملہ کرنا نبیؐ کے نزدیک کعبہ گرانے سے بھی بڑا احرام ہے(۲۹)۔

آج ابوغریب جیل میں جو کچھ ہوا اور گوانتاموميں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا موازنہ اسلام میں قیدیوں کو دیئے گئے حقوق کے ساتھ کیجئے تو اسلامی تعلیمات کی آفاقیت اور انسانیت نوازی کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ آپؐ نے غزوۂ بدر کے موقع پر اپنے صحابہ کرامؓ کو قیدیوں کے عزت واحترام کا حکم دیا تھا۔ اللہ تعالی نے اس بارے میں حکم نازل فرمایا:

ویطعمون الطّعام علی حبّہٖ مسکیناً وّیتیماً وّاسیراً(۳۰)

اور باوجود یہ کہ ان کو خود کھانے کی خواہش (حاجت) ہے، فقیروں، یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں

اور جب کوئی قیدی آپؐ کے سپرد کیا جاتا تھا تو آپؐ اسے کسی صحابی کے حوالہ کرتے وقت فرماتے کہ اس کے ساتھ بہترین سلوک کریں(۳۱)۔

آج کل مغرب سے معاشرتی حقوق کے حوالے سے جو طوفان بدتمیزی اٹھا ہے جس میں شادی بیاہ اور نکاح وطلاق کو بازیچۂ اطفال بنادیا گیا ہے۔ اسی کے تحت نسب کے قوانین اسلامی کو سخت خطرہ ہے۔ اس کے علاوہ مغرب کے بعض علاقوں میں ہم جنسوں کے درمیان شادی وغیرہ کو حق آزادی کے تحت جائز قرار دیا گیا ہے۔ اگر کل کلاں اس کو بھی انسان کے بنیادی حقوق میں گنا گیا تو سعودی عرب اور دیگر مسلمان ممالک پر انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والی تنظیموں کا کتنا دباؤ ہوگا۔ سعودی عرب میں خواتین کے بعض حقوق اور پاکستان میں خواتین بل (Woman Rights Bill) کے حوالے سے جو کچھ آرہا ہے، شاید اولی الالباب کے لئے اس میں کافی مواد موجود ہے☆۔

اِن بنیادی حقوق کے علاوہ معاشی مواقع کے حصول، بنیادی ضروریات کے حصول کا حق، عدل و انصاف، مساوات، عقیدے کا حق اور اس کے علاوہ اور بہت سارے چھوٹے بڑے حقوق کا اسلام میں

جس طرح تحفظ دیا گیا ہے۔ آج کے ہیومن رائٹس (Human Rights) کے علمبرداروں کے پاس اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہے۔

آج دنیا بھر میں انسانی حقوق کے لئے جو آوازیں اٹھائی جاتی ہیں ان میں سیاسی اور اسٹریٹیجک مفادات کے علاوہ مالی مفادات بھی شامل ہوتے ہیں۔ جہاں اپنے مفادات پر زد پڑ گئی وہاں نہ کوئی ہیومن رائٹس ہیں اور نہ اس کا کوئی تصور۔

گلوبلائزیشن کے اس دور میں بنی نوع انسان اگر واقعی بنیادی حقوق کے حوالے سے احساس رکھتا ہے تو اسلامی تعلیمات واحکامات کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اسلام ہی نے سارے انسانوں کو ایک آدم کی اولاد قرار دے کر ایک ایسی بنیاد فراہم کی ہے جس کے تحت سارے انسانوں کو بنیادی حقوق کا فراہم کرنا ممکن ہوسکتا ہے ورنہ موجودہ استحصالی نظام کے تحت تو صاف نظر آتا ہے کہ

ایں خیال است ومحال است وجنون است

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے بنی نوع انسان کو حقوق انسانی کے حوالے سے حقائق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہیومن رائٹس واچ جیسے اداروں کے بے بنیاد پروپیگنڈوں کو پہچاننے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حواشی

۱۔ سورۂ بقرہ:۳۰

۲۔ سورۂ بقرہ:۳۱

۳۔ اسلامی تہذیب کی داستان، ول ڈیورانٹ (ترجمہ: یاسر جواد)، نگارشات پبلشرز، لاہور ۲۰۰۶ء

۴۔ Henry Marsh, Documents of Liberty, English, 1971, p.51

۵۔ ترجمان القرآن (ماہنامہ)، اشارات، پروفیسر خورشید احمد، بابت ماہ، جنوری ۲۰۰۸ء

۶۔ بنیادی حقوق سید صلاح الدین (مرحوم)، مرکزی مکتبۂ اسلامی، دہلی، ۱۹۸۹ء، ص ۹

۷۔ اسوۂ حسنہ اور انسانی حقوق، بیت العلوم پرانی انار کلی لاہور، سنہ ندارد۔

۸۔ http:/www.umhchr.ch/udhr/ang/urd.htm

۹۔ صحیح البخاری، کتاب الادب، باب کل معروف صدقۃ۔

۱۰۔ سورۂ الانعام:۱۰۸

۱۱۔ خدا کے لئے جنگ، کیرن آرم سٹرانگ (ترجمہ: محمد احسن بٹ)، نگارشات پبلشرز، لاہور۔

۱۲۔ تفہیم القرآن، جلد ششم، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، تفسیر، سورۂ قریش، حاشیہ نمبر ۵

۱۳۔ سورۂ قریش۔

۱۴۔ سورہ المائدہ:۳۲

۱۵۔ کتاب العلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربّ مبلّغ أو عیٰ من سامع۔

۱۶۔ سورۂ البقرہ:۱۷۹

۱۷۔ روز نامہ نوائے وقت، لاہور، ۱۱ جون ۲۰۰۱ء۔

۱۸۔ رحمۃ اللعالمین، قاضی سلیمان منصور پوری، ج ۲، ص ۲۱۳

۱۹۔ انسانیت دوراہے پر، پروفیسر ونزر مبارٹ (ترجمہ سید وہاج الدین احمد)، ماہنامہ بیداری، اکتوبر ۲۰۰۶ء

۲۰۔ سورۂ آل عمران:۷۹

۲۱۔ انسانی حقوق-اسلامی تناظر میں، مولانا جسیم الدین، "ماہنامہ "الحق"، بابت اگست/ستمبر ۲۰۰۷ء

۲۲۔ سورۂ البقرہ:۱۸۸

۲۳۔ سورۂ البقرۃ:۱۸۸

۲۴۔ مغرب اور عالم اسلام کے مسائل، موسیٰ خان جلال زئی، دعا پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۲ء

۲۵۔ سیرۃ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ج ۱، علامہ شبلی نعمانی، مکتبہ مدنیہ، اردو بازار لاہور، ۱۴۰۸ھ، ص ۱۶۲

۲۶۔ اسوۂ حسنہ اور انسانی حقوق، مولانا محمد تقی عثمانی، بیت العلوم، انارکلی لاہور، ص ۳۷
۲۷۔ سورۂ الحجرات:۱۲
۲۸۔ تفہیم القرآن، ج ۵، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، تفسیر سورۂ الحجرات، حاشیہ نمبر ۱۹
۲۹۔ کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع۔
۳۰۔ سورۂ الدھر:۸
۳۱۔ تفسیر بیضاوی، ج ۲، ص ۳۷۲

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆